ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.01 (2025)

قرآن کریم کی حفاظت کے اسالیب اور حفظ کی اساسی حیثیت

Methods for preserving the Holy Quran and the essential significance of memorization

Abdul Rehman.
P.h.D Scholar,Department of Islamic Studies
Superior University City Campus Lahore.
Email: aabdulrehmanstars@yahoo.com
Muhammad Asif
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies,
RIPHAH international University , Faisalabad
Dr Neelam Bano
Assistant professor,Faculty of Arts and Humanities
Superior University, Lahore
Email.neelam.bano@superior.edu.pk

Abstract:
The Holy Qur'an holds a unique position as the divinely revealed scripture that has remained untouched by human alteration. The preservation of the Qur'an is an unparalleled phenomenon in human history, achieved through divine promise and human efforts. This paper explores the various methods employed for the protection and memorization of the Qur'an. The discussion delves into traditional and contemporary techniques, emphasizing their foundational significance. Key strategies include oral transmission, the role of huffāz (memorizers), and advancements in digital technology for preservation. Furthermore, the paper underscores the cultural, spiritual, and educational value of Qur'anic memorization. By examining historical and current practices, the study aims to highlight the collective efforts and divine facilitation that ensure the Qur'an's integrity and accessibility for all generations.

Keyword:
Quran preservation , Memorizer, Oral transmission , Quranic memorization , Islamic education, Quran recitation

تعارف موضوع:

حفظ قرآن کریم مسلمانوں کے ہاں ہر دور میں مروج رہنے والے عظیم روایت ہے۔اس سے ایک تو قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ پورا ہوتا ہے دوسرا اس عمل سے مسلمانوں کی اپنے دین اور مقدس کتاب کے لئے محبت کا اظہار ہوتا ہے کہ مسلمان بلاچون وچرا، فرط محبت سے معمور اپنی مذہبی کتاب کو حرف بحرف یاد کرتے ہیں اور عمدہ انداز سے اسکی تلاوت کرتے ہوئے اسے دوہراتے رہتے ہیں۔یوں دنیا بھر میں یہ شائبہ تک بھی نہیں کہ قرآن کریم میں کسی قسم کی لفظی و معنوی تحریف ہوئی ہے، البتہ دیگر کتبِ سماویہ اب تحریف کی مرتکب ہو چکی ہیں۔اور ان کے پیروکار انہیں اس انداز سے حفظ بھی نہیں کرتے جیسے قرآن کو حفظ کیا جاتا ہے۔

اس بات میں شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت میں بھول جانا رکھا ہوا ہے، اسی وجہ سے کئی حفاظ کرام قرآن کو دوہراتے رہنے اور یاد کرتے رہنے میں کوتاہی کا شکار ہو جاتے ہیں اور دیگر مشغولیات میں اس قدر کھو جاتے ہیں کہ اس کو وقت دینا ہی بھول جاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" وَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا مَّنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُۥ يَحْمِلُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وِزْرًا"[1]

"یقیناہم نے اپنی جناب سے آپ کو ذکر (قرآن) عطا کیا ہے، جو اس سے منہ پھیرے گا بلاشبہ وہ روز قیامت سخت بار گناہ اٹھائے گا"

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىٓ أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ ءَايَٰتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ ٱلْيَوْمَ تُنسَىٰ"[2]

"اور جو میرے ذکر (قرآن) سے روگردانی کرے گا تو اس کی معیشت تنگ کر دی جائے گی اور ہم اسے روز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔وہ کہے گا:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا ہے؟ حالانکہ میں تو (اچھا بھلا دیکھتا تھا۔ (اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں) فرمائے گا کہ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو نے انہیں بھلا دیا اور آج (تیرے اس جرم کی پاداش میں تجھے بھی بھلا دیا گیا ہے"

ان آیات کا ظاہری حکم قرآن کی تلاوت و قراءت پر ہی محمول کیا جائے گا۔[3]

امام ابن کثیر اللہ فرماتے ہیں کہ مفسرین نے اس آیت سے یہ مفہوم بھی مراد لیا ہے کہ قرآن کی تلاوت چھوڑ دی جائے، اس کے بھولنے کی پروانہ کرے اور اس سلسلے میں حد درجے کی کوتاہی برتے۔ اللہ کی پناہ![4]

امام ضحاکؒ فرماتے ہیں:

ما تعلم أحد القران فنسية إلا بذنب، لأنّ الله تعالى يقول:

"وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِيكُمۡ"[5]

"جو شخص قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسے بھول جاتا ہے تو یہ گناہوں کی یہ دولت ہی ہوتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی (یعنی تمہارے برے اعمال) کے باعث ہی آتی ہے۔"

اور بلاشبہ قرآن کو بھول جانا تو سب سے بڑی مصیبت ہے۔[6]

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"وَمِنَ ٱلَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهِۦ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامٗا مَّحۡمُودٗا"[7]

(اے نبی!) رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں؛ آپ کے لیے یہ نفلی عبادت ہے، عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا"

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کی دوہرائی کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان نماز تہجد میں قرآن پڑھنے کا اہتمام کرے، کیونکہ اس وقت انسان ہر کام سے کٹ کر رب کریم کے حضور میں پہنچا ہوتا ہے، اس کا دل خشوع و خضوع سے لبریز ہوتا ہے اور اس کا ذہن دیگر جملہ مشاغل سے خالی ہوتا ہے۔

بہت سی احادیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کریم سے تعلق مضبوط بنایا جائے اور اس سے اعراض ہرگز نہ برتا جائے۔ ان میں سے چند احادیث زینت قرطاس کرتے ہیں۔

1.....سیدنا ابو موسیٰ اشعری نے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تعاهدوا القرآن، فوالذي نفسي بيده لهو أشد تفصيا من الإبل في عقلها"[8]

"قرآن کریم ہمیشہ پڑھتے رہو اور اس کا دور کرتے رہو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً یہ قرآن اونٹ کے اپنی رسی تڑوا کر بھاگ جانے سے زیادہ تیزی سے نکل جاتا ہے"

2.....سیدنا ابن عمر جا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إنما مثل صاحب القرآن كمثل الإبل المعقلة، إن عاهد عليها أمسكها، وإن أطلقها ذهبت"[9]

"صاحب قرآن کی مثال پاؤں بندھے اونٹوں (کے مالک) کی مانند ہے کہ اگر اس نے اونٹوں کی نگہداشت کی تو وہ انہیں قابو میں رکھ پائے گا اور اگر انہیں چھوڑ دیا تو وہ (ہاتھ سے نکل جائیں گے"

3.....سیدنا انس بن مالک بہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عرضت على أجور أمتي حتى القذاة يخرجها الرجل من المسجد، وعرضت على ذنوب أمتي، فلم أر ذنبا أعظم من سورة من القرآن أو آية أوتيها رجل ثم نسيها"[10]

"مجھے میری امت کے اجر و ثواب دکھائے گئے حتی کہ ایک تنکا بھی جو کوئی مسجد سے نکالتا ہے (وہ بھی نیکیوں میں شامل تھا) اور مجھے میری امت کے گناہ دکھائے گئے تو میں نے دیکھا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں تھا کہ ایک آدمی کو قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت یاد ہو اور وہ اسے بھلا دے"

4.....سیدنا سعد بن عبادہ ﷺ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"ما من رجل قرأ القرآن فنسيه إلا لقي الله يوم يلقاه وهو أجذم"[11]

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

"جو بھی آدمی قرآن پڑھتا ہے، پھر اسے بھلا دیتا ہے، تو وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ کوڑھ میں مبتلا ہو گا"

صحابہ کرامؓ اپنے شب و روز میں کثرت سے قرآن کی قراءت کا شوق رکھا۔ کرتے تھے اور انہوں نے اپنے روزمرہ کے اذکار میں یہ شامل کر رکھا تھا کہ سونے سے پہلے وہ قرآن کا ایک حصہ ضرور پڑھیں گے، حالانکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ جہاد بھی کرتے تھے، دیگر فرائض بھی انجام دیتے تھے اور حصول معاش کے لیے بھی وقت نکالا کرتے تھے، یعنی ایسی بات نہیں ہے کہ انہیں قرآن پڑھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔ لیکن انہوں نے: اپنی ترجیحات کا تعین کر رکھا تھا اور قرآن پڑھنے سے چنداں نافل نہیں رہتے تھے، بلکہ ان کے سے چلتے پھرتے اور اپنے کام کاج کرتے ہوئے آہستہ آواز میں قرآن پڑھنے کی اس طرح آواز آتی ہی رہتی تھی جیسے شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی آواز ہوتی ہے۔

اسلام کے ہاں حصول علم کی شروط:

امام شافعی برالہ کا قول ہے:

أخي لن تنال العلم إلا بستة

سأنبئك عن تفصيلها ببيان

ذكاء وحرص واجتهاد وبلغة

وصحبة أستاذ وطول زمان

"میرے بھائی! آپ تب تک علم حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ پچھے چیزیں نہ پائی جائیں، جن کی تفصیل میں ابھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں: ذہانت، حرص، محنت، مناسب وسائل، استاذ کی صحبت اور طویل مدت"

ان سب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1. ذہانت:

ذہانت کی دو قسمیں ہیں: ایک ذہانت وہبی ہوتی ہے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی عنایت ہوئی ہوتی ہے اور دوسری قسم اکتسابی ہوتی ہے، یعنی جو اپنی محنت سے حاصل کی جاتی ہے، در حقیقت یہ بھی بالواسطہ اللہ ہی کی عطا ہوتی ہے۔ پہلی قسم والی ذہانت انسان کے اپنے بس میں نہیں ہوتی لیکن دوسری قسم والی ذہانت کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

اگر انسان سیکھنے، بڑھنے اور ترقی کرنے کے لیے تدریجی مراحل طے کرنا شروع کر دے اور اپنی عمر کے لحاظ سے ایسے وسائل و اسباب اپنانے لگے جو اس کو مطلوبہ کام اور فن میں مہارت دے سکتے ہیں اور وہ ان کے ذریعے اس علم و فن کی کلیات و جزئیات سے واقفیت حاصل کرنے لگتا ہے تو سمجھو وہ ذہانت پانے کی راہ پر گامزن ہو چکا ہے۔

اگر ہم اپنے بچوں کی بھی شروع سے ایسی مشق کروانے لگیں اور اسی نہج پر انہیں بھی سکھانے لگیں تو یقیناً ان کی ذہانت خاطر خواہ حد تک بڑھنا شروع ہو جائے گی۔ میں نے جاپان کے نظام تعلیم کے بارے میں یہ پڑھا ہے کہ وہاں بچے کو تین سال کی عمر سے ہی ابتدائی درس گاہ میں داخل کروا دیا جاتا ہے اور پھر اس پر کہار اور ماہر اساتذہ محنت کرتے ہیں، تاکہ وہ اس کے اگلے مراحل تعلیم کو مضبوط بنیاد مہیا کر سکیں۔ یوں وہ چودہ سال کی عمر میں سیکنڈری کی تعلیم مکمل کر چکا ہوتا ہے اور اس دوران اس نے علوم و معارف کی وہ باتیں سیکھ لی ہوتی ہیں جو ہمارے یہاں کی یونیورسٹیز کے فاضل طلبہ کو بھی معلوم نہیں ہوتیں۔ اس کی بنیادی وجہ تعلیم کا ایسا مسیج اور اسلوب ہے جس کے ذریعے طالب علم کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو باہر نکالا جائے اور اس کے ذہن کا بھرپور استعمال کروایا جائے، اس سے اس کی ذہانت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

2. حرص:

اگر آپ کو کوئی شخص بڑی رقم دے اور کہے کہ یہ فلاں آدمی کو دے دینا۔ تو ذرا بہلائے۔ کہ آپ کس نگاہ سے اسے دیکھیں گے؟ کیا آپ اسے بار بار ٹولیں گے نہیں؟ کہ کہیں آپ کی جیب سے گر ہی نہ جائے۔ کیا آپ اس پر اپنا ہاتھ نہ جمائے رکھیں گے؟ کیا آپ اسے چوری سے بچانے کے لیے نہایت احتیاط سے سنبھال سنبھال نہ رکھیں گے؟ یقیناً ایسا ہی ہوتا ہے..... بس اسی کو حرص کہتے ہیں۔

اسی طرح حصول علم اور حفظ قرآن کے سلسلے میں بھی طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر ایسی ہی حرص پیدا کرے۔ قرآن کو یاد رکھنے، درست تلفظ کے ساتھ پڑھنے، اس

کی منزل دوہرانے اور اسے بھولنے سے بچانے کے لیے آپ کے اندر مال وزر کی حرص سے بھی بڑھ۔کر حرص ہونی چاہیے تبھی آپ اس عظیم مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

3. محنت:

محنت تو ہر مقصد کے حصول کے لیے نہایت ضروری ہوتی ہے، یہاں تو بالاولیٰ لازم ہے۔ محنت سے مراد بلند ہمتی ہے، کہ طالب علم کا عزم، حوصلہ اور ہمت اس قدر بلند ہو۔ چاہیے کہ بسا اوقات اگر کسی وجہ سے حصول علم کی راہ میں مشکلات اور پریشانیاں آتی ہیں تو ان کے باعث اس کا بھی نہ گھبرانے لگے بلکہ مضبوط ارادے کے ساتھ اپنے مشن پر کمربستہ رہے اور کلاس میں حاضری سبق بنانے اور منزل دوہرانے میں کسی طرح بھی کاہلی کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ ہمیشہ اچھی پوزیشن بنائے رکھے۔

4. مناسب وسائل:

ایسے مناسب اسباب ووسائل جن کے ذریعے آپ کے لیے تعلیم کا حصول ممکن ہوسکے۔ ہمارے اسلاف نیم بالکل بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ طالب علم کسی کا محتاج بن کر رہے یا اپنی گزر بسر کے لیے قرآن کو ذریعہ آمدنی بنائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تحصیل علم کے لیے مناسب وسائل کی دستیابی ضروری قرار دیتے تھے۔ اس سے مراد ضروری اخراجات اور وہ مناسب خوراک ہے جس سے طالب علم کو جسمانی و اپنی تقویت مل سکے۔

5. استاذ کی صحبت:

استاذ کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا اور ان کے سامنے طویل وقت تک زانوئے تلمذ تہ کرنا تحصیل علم کی بنیادی شرط ہے۔ ایسے استاذ کی صحبت اختیار کرنی چاہیے جو آپ کا ہاتھ پکڑ کر راہ راست پر گامزن اور میٹھے پانی کے چشمے سے سیراب کردے۔ اسلاف کی نصیحت ہے کہ ایسے استاذ کی صحبت مت اختیار کرو جس کی ذات آپ میں ذمہ داری کا احساس پیدا نہ کرسکے اور اس کی بات آپ کو اللہ کے قریب نہ کرسکے۔

حصول علم اور حفظ قرآن کسی ماہر استاذ کے بغیر ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس سے مستغنی ہوا جاسکتا ہے، بلکہ استاد سے منسلک ہو کر ہی ان سے سیکھا جاسکتا ہے۔ اگر کتاب بھی پڑھنی ہو تو اسے سمجھنے کے لیے بھی استاد کی ضرورت ہوتی ہے اور جو کتاب کو ہی استاد بنانے کی کوشش کرتا ہے، یعنی جو سمجھتا ہے کہ میں خود ہی مطالعہ کر کے سب کچھ سیکھ لوں گا، وہ فہم اور فکر کی بہت سی خامیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔

6. طویل مدت:

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں حصول علم کا شوق وقتی طور پر پیدا ہوتا ہے اور تھوڑے ہی عرصے بعد وہ اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں اور عمل تعلیم سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً وہ ہوتے ہیں جو کسی واعظ سے علم کی فضیلت سنتے ہیں، یا کہیں سے علم کی اہمیت کے بابت کچھ پڑھ لیتے ہیں، یا کہیں سے ایسی ترغیب مل جاتی ہے یا کسی کامیاب شخص کو دیکھ کر علم حاصل کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جو کہ ان کا جذباتی فیصلہ ہوتا ہے اور وہ وقتی جوش سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ کچھ ہی عرصے بعد جی چرانے لگتے ہیں اور پس و پیش کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ وہ اپنے اس دورانیہ میں حاصل کیے۔ ہوئے علم کے کچھ حصے کو بھی ضائع کرتے ہیں اور اپنا مستقبل بھی اپنے ہاتھوں تاریک کرلیتے ہیں۔

بسا اوقات تو اس سے بھی بدتر حالت ہوتی ہے کہ جب وہ حصول علم کی راہ پر چل پڑتے ہیں تو کچھ ہی عرصے بعد شیطان انہیں اس خوش فہمی میں مبتلا کر دیتا ہے کہ تم نے اتنا علم حاصل کرلیا ہے کہ جس سے تم "شیخ" کہلائے جاسکو، چنانچہ وہ چند مسائل کا عالم شیطانی بہکاوے میں آکر خود کو بڑا عالم اور مفتی سمجھنے لگتا ہے، بلکہ اپنے تئیں نئی نئی تحقیقات کر کے کبار علماء کے مقابلے میں اپنی ایک الگ رائے پیش کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ بہت خطرناک صورت حال ہوتی ہے، کیونکہ ایسا شخص صرف اپنی ہی نہیں بلکہ دیگر بہت سے لوگوں کی گمراہی کا بھی سبب بنتا ہے۔

لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ علم کا حصول ایک دو درس لینے یا ایک دو مہینے استاذ کی صحبت میں گزارنے سے ممکن نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے اہل علم کی مصاحبت میں لمبا عرصہ وقف کرنا پڑتا ہے۔ امام عبد اللہ بن مبارک بر اللہ فرماتے ہیں:

"لا يتم طلب العلم إلا بأربعة أشياء: بالفراغ، والمال، والحفظ، والورع "

"حصول علم چار چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا: فراغت، مال، حفظ اور پرہیزگاری"

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

حفظ قرآن کے عمومی اور بنیادی قواعد وضوابط

ذیل میں اہم بنیادی قواعد بیان کیے جاتے ہیں جو حفظ کرنے والے کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ ان قواعد کی اجمالی فہرست یہ ہے:

پہلا قاعدہ.....اخلاص کی اہمیت

دوسرا قاعدہ.....کم سنی میں حفظ کی اہمیت

تیسرا قاعدہ.....حفظ کے لیے وقت کا انتخاب

چوتھا قاعد.....حفظ کے لیے جگہ کا انتخاب

پانچواں قاعدہ....خوبصورت آواز میں قرآن کی قراءت

چھٹا قائدہ:... قرآن کریم کے ایک ہی طبع کا انتخاب

ساتواں قاعدہ:.....حفظ قرآن سے پہلے تلفظ کی درستگی کا اہتمام

آٹھواں قاعدہ.....مضبوط حفظ کے لیے ربط آیات کا عمل

نواں قاعدہ.....دوہرائی کا عمل نئے حفظ کو ضائع ہونے سے بچانے میں معاون

دسواں قاعدہ.....مرتب انداز میں روزانہ حفظ کا اہتمام

گیارہواں قاعدہ.....ست روی سے کیا گیا پختہ حفظ؛ عجلت سے بہتر ہے

بارھواں قاعدہ.....تشابہات پر توجہ حفظ کی مشکلات ختم کرتا ہے

تیرھواں قاعدہ.....استاد کے ساتھ گہرے تعلق کی ضرورت

چودھواں قاعدہ.....دوران حفظ آیات کے رسم پر بھرپور توجہ

پندرھواں قاعدہ....حفظ قرآن کے ساتھ عمل صالح کا اہتمام

سولھواں قائد....معتزل کی مربوط دوہرائی پختگی کا ذریعہ

سترھواں قاعدہ..... سمجھ کر پڑھنا حفظ کے لیے معاون

اٹھارواں قاعد.....حفظ قرآن کے لیے کچی رغبت اور مضبوط متحرک

انیسواں قاعدہ.....دعا اور ذکر الٰہی سے اللہ کی بارگاہ میں التجا

اب ان تمام قواعد کی تفصیل یہ ہے:

اخلاص کی اہمیت:

نیت میں اخلاص، جذبے میں سچائی اور مقاصد میں فقط رضائے الٰہی کا حصول ہو تو اللہ تعالیٰ توفیق عمل بھی عطا فرماتا ہے اور مقصد میں کامیابی بھی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ"[12]

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کروں کہ اس کے لیے عبادت کو خاص کرلوں"

لہٰذا حفظ قرآن جیسے مقدس عمل میں تو اخلاص کا بالاولی اہتمام ہونا چاہیے تاکہ اس سفر میں کامیابی بھی ملے اور محنت بھی اکارت نہ ہو، کیونکہ جو شخص اس نیت سے حفظا کرتا ہے کہ وہ۔ حافظ کہلا سکے اور لوگوں کو قرآن سنا کر ان سے داد و تحسین وصول سکے، وہ اجر و ثواب سے بھی| محروم رہتا ہے اور گناہ کا بوجھ بھی اپنے اوپر لا دلیتا ہے۔

جیسا کہ رسول مکرم ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ روز قیامت تین عظیم عمل کرنے والے لوگوں کو لایا جائے گا۔ ایک مجاہد ہو گا، دوسرا عالم اور تیسرا سخی۔ اللہ تعالیٰ مجاہد سے پوچھے گا کہ میں نے تمہیں جان دی تھی، تم نے وہ کس راہ میں لٹائی؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیرے دین کے دشمنوں سے لڑتا لڑتا شہید ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے، کیونکہ تیرا مقصد صرف یہ تھا کہ تیری جرات و بہادری کے چرچے ہوں اور لوگ تیری شجاعت کے گن گائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ عالم سے سوال کرے گا کہ میں نے تجھے قرآن کے علم جیسی عظیم دولت سے نوازا تھا، تو نے کیا کیا؟ تو وہ جواب دے گا کہ میں نے تیرے قرآن کا علم سیکھا، پھر اس

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

کی تبلیغ وترویج کی اور اسے دوسرے لوگوں کو بھی سکھایا۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی فرمائے گا کہ تو جھوٹ بول رہا ہے، تیری نیت صرف یہ تھی کہ لوگ تیرے علم کی تعریف کریں اور تجھے بہت بڑا عالم سمجھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کئی کو بلائے گا اور اس سے پوچھے گا کہ میں نے تجھے مال و دولت کی فراوانی عطا کی تھی، تو نے اس کا کیا کیا؟ تو وہ جواب دے گا کہ باری تعالیٰ! میں نے وہ مال تیری راہ میں خرچ کیا اور مجھے راضی کرنے کے لیے محتاج وضرورت مندوں میں تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بھی فرمائے گا کہ تو جھوٹ بول رہا ہے، تیرا مطلوب ومقصود صرف یہ تھا کہ لوگوں میں تیری سخاوت کا شہرہ ہو اور لوگ تجھے محسن ومنفق مانیں۔ اللہ تعالیٰ ان تینوں سے فرمائے گا کہ تمہاری جو جو نیت اور مقصد تھا۔ وہ تم نے دنیا میں ہی حاصل کر لیا تھا۔ تم شہرت ونمود کے خواہاں تھے تو لوگوں میں تمہاری خوب مقبولیت ہو گئی تھی، لہٰذا اب میرے پاس تمہارے لیے کوئی جزا نہیں ہے، کیونکہ تمہاری نیتوں میں میری رضا کا حصول شامل ہی نہیں تھا۔ پھر ان تینوں کو حکم خداوندی پر جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔[13]

اندازہ کیجیے کہ یہ تینوں لوگ ہی کتنے بڑے بڑے عمل لے کر آئیں گے لیکن ان کی نیت درست نہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف ان کے اعمال رد کر دیے جائیں گے بلکہ انہیں جہنم کی دردناک سزا بھی بھگتنا پڑے گی۔ دراصل انہوں نے یہ نیک اعمال کرتے ہوئے اپنی نیت میں رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ رکھنے کی بہ جائے دیگر عارضی اور دنیوی فوائد کا ارادہ کر لیا تھا، یعنی مقاصد اعمال میں شرک کر لیا تھا، جس کی بنا پر ان کا اپنی جان تک کی قربانی دینا، اپنی ساری زندگی تعلیم وتعلم کے لیے وقف کر دینا اور اپنا سارا مال محتاجوں اور مسکینوں میں خرچ کر دینا بھی انہیں کچھ کام نہیں آئے گا، بلکہ الٹا باعث عذاب بن جائے گا۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے سفیان کو الوداع کیا تھا تو ان سے کہا:

اب آپ کی آزمائش ہو سکتی ہے، کیونکہ اب متلاشیان علم آپ کے پاس آیا کریں گے، لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس عمل میں اپنی نیت کو درست رکھنا۔[14]

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"إنما الأعمال بالنية وإنّما لامرء ما نوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ما هاجر إليه "[15]

"بلاشبہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور آدمی کو صرف وہی ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو، سو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہی (شمار) ہو گی اور جس کی نیت کسی دنیوی غرض ومقصد یا کسی عورت سے شادی کرنے کی خاطر ہو تو اس کی ہجرت اس کام میں شمار ہو گی جس کی خاطر اس نے ہجرت کی ہو گی۔"

طالب علم جب قرآن حفظ کر رہا ہوتا ہے تو اسے یہ شعور ہونا چاہیے کہ میں جس مقدس کتاب کو حفظ کر رہا ہوں یہ رب کریم کا ذاتی کلام ہے، جو بلاشبہ ہر کلام سے اعلیٰ وبالا اور افضل واعظم ہے اور حفظ کا میٹل اتنی بڑی سعادت ہے کہ جس کا مقابلہ دنیا کی بڑی سے بڑی کامیابی بھی نہیں کر سکتی۔

استاد پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ گاہے گاہے طلبہ کو نصیحت فرماتے رہا کریں اور انہیں ان کے مقصد کی عظمت اور شان سے آگاہ کرتے رہا کریں، اس سے ایک تو طلبہ میں جوش اور جذبہ پھر سے جواں ہو جاتا ہے اور دوسرا وہ اس عمل کی تقدیس کو پہچانتے ہوئے اپنے مقاصد نیک اور نیتیں خالص رکھیں گے۔

حافظ قرآن کو ریاکاری اور نمود ونمائش کے مرض سے دور رہنا چاہیے کیونکہ یہ ایک خطرناک بیماری ہے کہ جو ہمت اور طاقت کو سلب کر لیتی ہے اور تمام تر مقاصد غیر اللہ سے منسلک کر دیتی ہے۔

سیدنا علیؓ کا فرمان ہے:

"للمرائي ثلاث علامات: يكسل إذا كان وحده، وينشط إذا كان في الناس، ويزيد في العمل إذا أثني عليه"

ریاکار شخص کی تین علامات ہیں:

1...جب تنہا ہوتا ہے تو سست پڑ جاتا ہے

2...جب لوگوں میں ہوتا ہے تو چست ہو جاتا ہے

3...جب اس کی تعریف کر دی جائے تو زیادہ کام کرنے لگ جاتا ہے۔[16]

طالب علم کے والدین اور اساتذہ کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ دوران تعلیم ایک مناسب حد تک ہی اپنے بچے اور شاگرد کی تعریف کریں۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کے اچھے رزلٹ پر حوصلہ افزائی ہی نہ کی جائے، بلکہ ضرور کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے طالب علم میں مزید ہمت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اور بھی شوق سے محنت کرنے

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

لگتا ہے، لیکن یہ تعریف اتنی زیادہ بھی نہ کر دی جائے کہ وہ خود کو بڑا ذہین وفطین اور صاحب علم سمجھنے لگ جائے اور شیطان کے حملے کا شکار ہو کر فخر میں آ جائے، اپنی کامیابی کا سہرا اپنے سر ہی باندھنے لگے۔ محنت کرنا اور خود کو دوسروں سے ممتاز سمجھنے لگ جائے۔ بسا اوقات تو طالب علم اس قدر بہک جاتا ہے کہ پہلے سے کم محنت کرنے لگتا ہے، یہ اسی بد دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے جو اس کی ضرورت سے زیادہ تعریف وستائش کر دی جاتی ہے۔ اس لیے ایک مناسب حد تک ہی تعریف وتوصیف ہونی چاہیے۔

استاد کے ساتھ گہرے تعلق کی ضرورت:

حفظ قرآن کے کام میں استاد سے گہرا ربط بنیادی رکن ہے۔ اس لیے کہ قرآن کا اعتماد بلاواسطہ استاد سے پڑھنے اور سیکھنے پر ہے جس کے لیے ابتدا میں طالب علم کو استاد کی سخت ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اس کی درست راہنمائی کر سکے اور بچے کا ہاتھ پکڑ کر اسے حفظ قرآن کے مثالی راستے پر گامزن کر سکے۔ لہٰذا حفظ قرآن کے ابتدائی طالب علم کے لیے ان توجیہات کی بہت اہم ضرورت ہے جن سے اس کا یہ عمل مربوط انداز میں انجام پا سکے۔ مثال کے طور پر پہلے مرحلے میں طالب علم کے لیے استاد سے جس چیز میں استفادہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ استاد ان مشکلات کو حل کرے جن کا طالب علم کو سامنا ہوتا ہے اور ان آیات کے بارے میں تنبیہ کرے جو ایک دوسری سے مشابہ ہیں۔ نیز طالب علم کو مسلسل تذکیر کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اس عمل کو فقط رضائے الٰہی کے لیے انجام دے۔ استاد کی یہ تنبیہات کس قدر مؤثر ہیں یہ کسی صاحب عقل ودانش پر مخفی نہیں ہیں۔

قابی کہتے ہیں:

" وقد مضى أمر المسلمين أنهم يعلمون أولادهم القرآن ويأتونهم بالمعلمين ويجتهدون في ذالك"[17]

"مسلمانوں کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں، انہیں باقاعدہ معلمین کے پاس لاتے ہیں اور اس سلسلے میں تمام کوششیں بروئے کار لاتے ہیں"

استاد کی اہمیت یوں بھی زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ نوجوانوں اور ابتدائی طالب علموں کے افکار کو روشن کرے، ان کی ہمتوں کو بیدار کرے، فکر ونظر کو زندگی بخشے، قوت ادراک کو ترقی دے اور انہیں باطل کے مقابلے میں حق کے اسلحے سے لیس کرے، فضائل کی تعلیم دے تاکہ کے وہ رذائل کو ختم کر دیں، انہیں علم سکھائے تاکہ وہ جہالت کو شکست دیں، ان کے نفوس کو شوق حیات سے بھر دے اور مردہ شعور کو زندگی دے، ان کی کمزور قوتوں کو مضبوط کرے، ان کے بجھے چراغوں کو جلا دے، ان کے اندھیرے راستوں کو روشن کر دے، ان کی بنجر زمینوں کو سرسبز وشاداب کر دے اور اجڑے درختوں کو ثمر آور کر دے۔[18]

بلاشبہ استاد کے روبہ رو ایک مرتبہ بیٹھنے اور استاد کا اپنے شاگرد کے سبق کو سننے کا تربیت کس پر بے پناہ اثر ہے اور مہذب زندگی گزارنے کی مشق ہے۔ لقمان حکیم اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے! تیری دانائی کہاں تک تیری رہنمائی کرتی ہے؟ اس نے کہا: جس چیز کا مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوتا میں اس کی ذمہ داری نہیں اٹھاتا۔ تو انہوں نے فرمایا: بیٹا! ایک چیز باقی ہے، علماء کی مجالس میں پوری تندہی اور ذوق سے بیٹھا کر وہ اللہ تعالیٰ حکمت کے ذریعے مردہ دلوں کو ایسے زندہ کرتا ہے جیسے موسلا دھار بارش بنجر زمین کو زندگی بخش دیتی ہے۔

استاد کو کیسے منتخب کیا جائے؟

انتخاب استاد میں طالب علم کے لیے کچھ چیزوں کا رعایت رکھنا بہت اہم ہے:

1.....طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ استاد کو منتخب کرنے میں خوب غور وفکر سے کام لے اور کسی قسم کی عجلت کا شکار نہ ہو، اور ایسا استاد منتخب کرے جس میں معلم کی جملہ شروط موجود ہوں۔

زرنوجی بیان کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے حماد بن سلمہؒ کو بہت غور وفکر کے بعد استاد منتخب کیا تھا۔[19]

اسی طرح زرنوجی کہتے ہیں کہ ایک انتہائی دانش مند مرشد اپنے طلبہ سے کہا کرتے تھے کہ جب تم بخارا جاؤ تو ائمہ کے ساتھ ملاقات اور انتخاب استاد میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو بلکہ دو ماہ تک انتظار کرو اور مکمل غور وفکر کے بعد استاد منتخب کرو، پھر جب تم نے کسی ایک استاد کو منتخب کر لیا اور پڑھنا بھی شروع کر دیا لیکن اس کا درس تمہیں اطمینان بخش نہ لگا، جس کی وجہ سے تم اسے ترک کر کے کسی دوسرے استاد کے پاس چلے گئے تو علم کی برکت اٹھ جائے گی۔ لہٰذا دو ماہ تک اچھی طرح غور وفکر کرنے کے بعد ہی انتخاب استاد کے مرحلے کو طے کرنا چاہیے[20]

2.....طالب علم کو چاہیے کہ ثقات اہل علم سے مشورے علم تجوید وقراءات کے متخصص (سپیشلسٹ) اساتذہ کے ارشادات کی روشنی میں انتخاب استاد کے مرحلے کو طے

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

کرے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حکم ہے:

" وَشَاوِرْهُمْ فِي ٱلْأَمْرِ "[21]

"اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں۔"

اس لیے کہا جاتا ہے کہ:

"من شاور أهل النصيحة، سلم من الفضيحة"

"جس نے اہل نصیحت سے مشورہ کیا، وہ شرمساری سے بچ جاتا ہے"

3۔۔۔انتخاب استاد میں اللہ سے استخارہ بھی کرنا چاہیے کیونکہ مشورہ کرنے والا رسوائی سے اور استخارہ کرنے والا شرمندگی سے محفوظ رہتا ہے۔

ابن الجماعہؒ فرماتے ہیں: طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ خوب غور و فکر کرے اور اللہ سے استخارہ کرے کہ کس شخص سے علم حاصل کرنا چاہیے اور کس سے اخلاق و آداب سیکھنے چاہئیں۔[22]

استاد میں پائی جانے والی خصوصیات؛ جن کی رعایت ضروری ہے

طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ استاد کے انتخاب میں اپنی نظر و فکر کے سامنے کچھ لازمی شروط رکھے، خصوصا جس سے حفظ قرآن کرنا چاہتا ہے:

1.... صحیح عقیدہ: ضروری ہے کہ استاد عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ پر کاربند ہو، اس لیے بعض سلف کا فرمان ہے کہ:

"لهذا العلم دين، فانظروا عمن تأخذون دينكم"[23]

"علم دین ہے، لہٰذا یہ ضرور دیکھو کہ تم اپنا دین کن سے اخذ کر رہے ہو"

2..... علمی مہارت: حفظ قرآن کے لیے جس استاد کو منتخب کیا جائے اس کے بارے میں یہ اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ اسے قرآن پر کامل مہارت حاصل ہو۔ مزید یہ کہ اس کی منزل بھی پختہ ہو، متقی ہو، خیر خواہ ہو اور خدا سے ڈرنے والا ہو۔

3... استاد ایسا ہو کہ جو معلومات کو منتقل کرنے پر قادر ہو۔ ابن الجماعۃ بالہ نے اجمالاً استاد کی ان تمام خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے جن سے اسے مزین ہونا چاہیے، لیکن اگر ممکن ہو تو استاد ایسا شخص ہو جس میں اہلیت مکمل ہو، شفیق ہو، صاحب مروت ہو، اس کی پاک دامنی کی شہرت ہو اور گناہوں سے بچنے کے بارے میں معروف ہو۔ خصوصا بچوں کو تعلیم دینے میں بہترین اور سمجھانے پر کامل قدرت رکھتا ہو۔

4... قرآن کریم کا حافظ بھی ہو اور پختہ یاد بھی ہو، اہل علم کے ہاں اس کا علمی تعارف ہو، اس کی ثقاہت مسلم ہو، سند متصل ہو، قرآن کے ساتھ گہرا تعلق ہو ممکن ہو تو قراءات عشرہ کا بھی فاضل ہو، البتہ اس میں عالی سند کے حامل استاد کو ترجیح دی جائے گی۔

اگر ان صفات کا حامل استاد نہ ملے تو پھر جو بھی بہتر ہو؛ اسے اختیار کر لیا جائے۔ لیکن اگر استاد میسر ہی نہ ہو تو پھر اپنے ایسے بھائی کے ساتھ تعلق پیدا کر لے جو حفظ قرآن میں اس کا معاون بن سکے یا وہ خود حافظ قرآن ہو، کیونکہ جب انسان حفظ کرتا ہے اور حفظ میں غلطی کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے اس بات کا قطعی احساس نہیں ہوتا کہ اس نے کس جگہ پر غلطی کی ہے، بعض دفعہ ایسی غلطی پر لمبا عرصہ گزر جاتا ہے، لہٰذا کسی حافظ کو سنا لینے کے بعد غلطی معلوم کر لینے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس بات سے حتی الامکان بچنا چاہیے کہ قرآن کریم کا کوئی لفظ فال شکل میں اس کے ذہن میں محفوظ ہو جائے۔ اس تعلق کا مزید فائدہ یہ بھی ہے کہ دوران حفظ طالب علم کو یہ ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی ایسی شخصیت ہو جو اسے ثابت قدم رکھے اور اس کے شوق کو مسلسل ابھارتی رہے، نیز طالب علم کے ہاتھ کو تھامے رکھے، یہاں تک کہ وہ حفظ قرآن کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائے۔ اسی وجہ سے ہم نے سطور بالا میں بے حد تاکید کی ہے کہ استاد سے تعلق بہت مضبوط ہو اور صرف ایسے استاد پر اکتفانہ کیا جائے جس کے پاس سند موجود ہو بلکہ قراءت میں مضبوط اور قرآن کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے والے استاد کو منتخب کیا جائے۔

خلاصہ بحث:

قرآنِ کریم کی حفاظت پر بحث میں درج ذیل اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے:

1. نزول اور ابتدائی حفاظت : قرآنِ کریم 23 سال کے عرصے میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا۔ اس کی حفاظت آپ ﷺ کی زندگی میں ہی صحابہ کرام کے ذریعے حفظ اور مختلف مواد جیسے کہ چمڑے، ہڈیوں اور کھجور کی چھال پر لکھنے کے ذریعے شروع ہو گئی تھی۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

2. تدوین : نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں قرآن کو ایک کتابی شکل میں جمع کیا۔ اس کام کو خلیفہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور میں مزید مضبوط کیا گیا اور قرآنی نسخوں کو مختلف علاقوں میں بھیجا گیا۔
3. زبانی روایت اور حفظ : قرآن کے حفظ کی روایت، جسے حفظ کہا جاتا ہے، اس کی حفاظت کا ایک اہم ستون رہی ہے۔ یہ زبانی روایت اور تحریری دستاویزات کی مدد سے قرآن کی صحیح ترسیل کو یقینی بنایا گیا۔
4. تصدیقی نظام : قرآنی قراءت اور ترسیل کی درستگی کو یقینی بنانے کے لیے سخت نظام قائم کیے گئے، جن میں تجوید کے اصولوں کی ترقی اور ماہر قاریوں کی تصدیق شامل ہے۔
5. جدید چیلنجز اور تسلسل : اگرچہ قرآن کی حفاظت بے مثال ہے، لیکن جدید چیلنجز جیسے ڈیجیٹلائزیشن، سیکولر تعلیمی نظام، اور روایتی اسلامی تعلیم میں کم ہوتی دلچسپی کے پیشِ نظر قرآنی حفظ اور فہم کو فروغ دینے کے لیے نئے اقدامات کی ضرورت ہے۔

تجاویز و سفارشات

1. دنیا بھر میں حفظ اور تجوید کے لیے مخصوص ادارے اور پروگرام قائم کیے جائیں۔
2. قرآنی تعلیم کو مرکزی تعلیمی نظام میں شامل کیا جائے تاکہ سب کے لیے رسائی ممکن ہو۔
3. ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے ذریعے قرآنی تعلیم کے لیے آسان اور انٹرایکٹو ٹولز تیار کیے جائیں، جیسے کہ ایپلیکیشنز، ویب سائٹس، اور ورچوئل کلاسز۔
4. مستند قاریوں اور اساتذہ کے لیے جامع آن لائن ڈیٹا بیسز تیار کیے جائیں۔
5. ایسی متوازن قرآنی تعلیم کو فروغ دیا جائے جو حفظ کو تفسیر اور فقہ کے ساتھ جوڑ کر قرآن کے گہرے فہم کو یقینی بنائے۔
6. قرآنی علوم میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے لیے وظائف اور مراعات فراہم کی جائیں۔
7. قرآنی مقابلے، کانفرنسز، اور ورکشاپس کا انعقاد کیا جائے تاکہ نوجوانوں میں دلچسپی اور لگن پیدا ہو۔
8. اجتماعی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے کمیونٹی کی سطح پر قرآنی مطالعہ کے حلقے قائم کیے جائیں۔
9. جدید تحفظاتی تکنیکوں کے ذریعے تاریخی قرآنی نسخوں کو محفوظ بنایا جائے۔
10. قدیم نسخوں کو ڈیجیٹلائز کر کے تعلیمی اور عوامی استعمال کے لیے دستیاب کیا جائے۔
11. قرآنی حفاظت کے بہترین طریقے اور وسائل شیئر کرنے کے لیے اسلامی اداروں کے درمیان بین الاقوامی شراکتیں قائم کی جائیں۔
12. قرآنی قراءت اور تدریسی طریقوں کے معیار کو عالمی سطح پر یکساں بنانے کے اقدامات کیے جائیں۔

ان سفارشات پر عمل کرتے ہوئے قرآنِ کریم کی حفاظت کو مزید مضبوط بنایا جا سکتا ہے، اور اس کی رہنمائی کا مرکزی کردار نسل در نسل برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

مصادر و مراجع

---

[1] طٰہٰ:99،100

[2] طٰہٰ:124-126

[3] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، فضائل القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1999ء، ص:116.

[4] القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع احکام القرآن المعروف بتفسیر القرطبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2003ء:258/11.

[5] الشوریٰ:30

[6] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، فضائل القرآن لابن کثیر، ص116

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.01 (2025)

[7]الإسراء:79

[8]بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2005ء، رقم الحدیث:5033

[9]مسلم، مسلم بن حجاج، ابو الحسین، الجامع الصحیح، بیت الافکار، ریاض، 1998ء، رقم الحدیث:789

[10]ترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، الجامع السنن، دار لفکر، بیروت، 2005ء، رقم الحدیث:2916

[11]ضعیف مسند أحمد:5/327. سنن أبي داود:1474- سلسلة الأحاديث الضعيفة:1354. ضعیف الجامع:5136

[12]الزمر:11

[13]مسلم، مسلم بن حجاج، ابو الحسین، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1905

[14]الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع:213/92

[15]بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1، 54، 2529، 3898

[16]غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1995ء:3/396

[17]ابن جماعۃ، عبد اللہ بن یوسف، الرسالۃ المفصلۃ بأحوال المعلمین والمتعلمین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990ء، ص:287

[18]ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی، روح التربیۃ والتعلیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1994ء، ص:165

[19]ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی، تعلیم المتعلم وطرق التعلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1995ء، ص:41

[20]ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی، تعلیم المتعلم وطرق التعلم، ص:43

[21]آل عمران:159

[22]ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، تذکرہ السامع والمتکلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1991ء، ص:85

[23]ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، تذکرہ السامع والمتکلم، ص:85